درسگاہوں میں کردار سازی کا پہلو: اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان کی سفارشات کا تجزیاتی مطالعہ

Character building in Educational Institutions: An analytical study of the recommendations of the Council of Islamic Ideology Pakistan

ڈاکٹر محمد کاشف شیخ*

محمد اویس اسماعیل **

Abstract:

Pakistan has been established on ideological foundations. Islam is also the state religion. Therefore, it is the constitutional responsibility of the state to establish and maintain every aspect of life in the country viewing Islamic Guiding Principles. In this context, to provide education and promotion of Islamic ethical values through education is considered obligatory. Character Building of the students is also an integral part of the education. Educational institutions are contributing to the advancement of knowledge, but a certain culture is being imposed globally and its effects in various spheres of life are becoming noticeable. This civilization also affected the education sector. In this scenario, other priorities are becoming more important other than character building and ethical values in the goals of educational institutes. That is why the immoral and unethical conduct within the educational institutions is observed on a daily basis. The Council of Islamic Ideology Pakistan, which is the constitutional body of country, has presented satisfactory solution of such as problems. In order to address these problems and to find their effective solutions, it would be more appropriate not only to take into account the recommendations of the council but also to take action accordingly that is the focus of this article.

Keywords: Islamic, values, character, education, council, ideology, Pakistan

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی، اسلام آباد kashif.sheikh@riphah.edu.pk

** لیکچرار بحریہ کالج ڈی ایچ اے، کراچی owaisismail105@gmail.com

تعارف:

پاکستان کا قیام نظریاتی اساس پر کیا گیا ہے۔ اسلام اس ملک کی نظریاتی اساس اور ریاستی مذہب بھی ہے اس بنا پر ملک کا ہر شعبہ زندگی اسلامی اصولوں پر قائم کرنا اور قائم رکھنا ریاست کی دستوری ذمہ داری ہے۔ اسی تناظر میں ہر شہری کے لیے تعلیم کی فراہمی اور اسلامی اقدار کو فروغ دینا ریاست کی دستوری ذمہ داری ہے۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی اس کا جزو لاینفک ہے۔ محض تعلیم کی فراہمی کافی نہیں بلکہ کردار سازی بھی بہت ضروری ہے۔ تعلیمی ادارے اس ملک کا ایک اہم حصہ ہے جو فروغِ علم میں اپنا حصہ ڈال رہے ہیں لیکن عالمی سطح پر ایک مخصوص تہذیب مسلط کئے جانے کا عمل جاری ہے اور زندگی کے مختلف شعبوں میں اس کے اثرات بد نمایاں ہو رہے ہیں۔ اس تہذیب کی یلغار سے تعلیم کا شعبہ بھی متاثر ہوا اور تعلیم کے ساتھ اخلاقی تربیت کا پہلو اوجھل ہو کر دیگر ترجیحات ان اداروں کے غیر مرئی مقاصد کا حصہ بنتا چلا گیا۔ اسی وجہ سے آئے روز تعلیمی اداروں کے طلبا کے غیر اخلاقی اور غیر اسلامی کردار کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ کبھی کلاسز کا بائیکاٹ تو کبھی اساتذہ سے مار پیٹ کا معاملہ، کبھی طلبا تنظیموں کی آپس کی لڑائیاں اور تعلیمی عمل کا رک جانا تو کبھی منشیات کے استعمال کا مسئلہ، یہ تمام مسائل اخلاقی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ ان مسائل کے تدارک اور ان کے مؤثر حل کے لیے ضروری ہے کہ ملک کے دستور کی رو سے قائم ادارے اسلامی نظریاتی کونسل نے اس سلسلے میں جو سفارشات دی ہیں ان کا جائزہ لیا جائے اور ان کی بنیاد پر اخلاقی تربیت کو درسگاہوں کے نصاب اور ماحول کا حصہ بنایا جائے جو اس مقالے کا محور اساسی ہے۔

پاکستانی معاشرہ جس افراتفری، ذہنی خلفشار، بدنظمی اور غیر یقینی کیفیات سے دوچار ہے وہ سب پر عیاں ہے۔ اس افسوس ناک صورت حال کے تدارک، سدباب اور خاتمہ کے لیے کوششیں تو کی جا رہی ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس نے ملکی و ملی زندگی کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیا ہے اور جو علاج تجویز کیا جاتا ہے وہ مرض میں اضافے ہی کا سبب بنتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تمام صورت حال کا ایک ہی سبب ہے اور وہ یہ کہ قیام پاکستان کے بعد سے اب تک اس ملک کا نظام تعلیم ملک و ملت کے مزاج، ضروریات اور نظریات کے ہم آہنگ نہیں کیا گیا۔ حصول وطن کے بعد سے محض جزوی تبدیلیوں کے علاوہ اب تک وہی نظام تعلیم جاری ہے جو ایک غیر مسلم حاکم قوم نے ایک مسلم محکوم قوم پر حکومت کرنے کے لیے مرتب کیا تھا۔ ۱۷۹۷ء میں "جان گل کرائسٹ" نے کلکتہ میں اور ۱۸۳۴ء میں لارڈ میکالے نے ہندوستان میں مسلمانوں کے نظام تعلیم کو تہس نہس کر کے اس سیکولر (Secular) نظام تعلیم کی داغ بیل ڈالی، دور غلامی میں مسلمانوں نے اس نظام تعلیم کی بھرپور مزاحمت کی

اور قوم کو اس کی تباہ کاریوں اور مستقبل کے خطرات سے آگاہ کیا، مگر تعجب کی بات ہے کہ جب مسلمان پاکستان کے قیام کے بعد آزاد ہو گئے اور ایک خطہ زمین حاصل کر لیا تو اسی غلامانہ دور کے نظام کو گلے لگائے رکھا اور اب اس سے چمٹ کر رہ گئے ہیں۔ مقام افسوس تو یہ ہے کہ دنیا بھر میں جہاں جہاں نو آبادیاتی نظاموں سے لوگوں کو آزادی ملی انہوں نے اپنے اپنے نظام ہائے تعلیم کو تبدیل کر لیا صرف پاکستان ہی ایسا ملک ہے کہ جہاں ضرورت کے باوجود اس تبدیلی کی طرف توجہ نہیں دی گئی اور اگر کہیں کچھ تبدیلی ہوئی بھی تو وہ بھی برائے نام ہوئی۔ یہ اسی کا اثر ہے کہ آج پاکستان میں مختلف طبقاتی، نظریاتی نظام ہائے تعلیم اپنے اپنے مقاصد کو سامنے رکھ کر کام کر رہے ہیں اور اس میں کہیں ریاست کا مؤثر کردار نظر نہیں آتا ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہنگامی بنیادوں پر کونسل کی سفارشات کا جائزہ لے کر اس پر عملدرآمد کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی جانی چاہیے تاکہ قوم یکسوئی کے ساتھ ترقی کے سفر کو جاری رکھ سکے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے نظامِ تعلیم کے مختلف پہلوؤں مثلاً: نصاب، ماحول، نظام، طلبہ و اساتذہ کی تربیت کے حوالے سے اپنی مختلف سالانہ رپورٹس میں سفارشات دی ہیں اور تعلیم پر ایک موضوعاتی رپورٹ بھی شائع کی ہے۔ زیرِ نظر مقالے میں عصری درسگاہوں میں اخلاقی تربیت سے متعلق کونسل نے جو سفارشات دی ہیں ان کا تجزیہ کیا جا رہا ہے۔ اس عنوان پر سفارشات تو کئی ایک ہیں لیکن اس مقالے میں اہم سفارشات کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ عصری درسگاہوں میں اخلاقی تربیت کے سلسلے میں کونسل نے دو طرح کی سفارشات دی ہیں۔ ایک کا تعلق براہ راست طلبہ سے ہے اور دوسری قسم کی سفارشات کا تعلق اساتذہ کرام سے ہے۔ جو سفارشات اساتذہ کرام سے متعلق ہے ان کا تعلق بھی بالواسطہ طور پر طلبہ کی اخلاقی تربیت سے ہے۔

کونسل کی ۱۹۶۲ تا ۱۹۷۷ تک کی رپورٹس میں تعلیمی اداروں میں اخلاقی تربیت سے متعلق سفارشات نہیں ہے۔ ۱۹۶۵ میں کونسل نے صرف یہ سفارش دی کہ میٹرک، ڈگری پروگرام اور تمام فنی مضامین کی تدریس میں اسلامیات لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جائے[1]۔ ۱۹۷۷ اور اس کے بعد کی سفارشات میں عصری درسگاہوں میں بطور خاص اخلاقی تربیت کے سلسلے میں کونسل نے مختلف سفارشات دیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

تعلیمی اداروں میں کردار سازی اور غیر نصابی سرگرمیاں:

تعلیمی اداروں میں طلبہ کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں غیر نصابی سرگرمیوں کو بھی اخلاقی حدود میں رکھنے کی کونسل نے سفارش کی اور اس کے ساتھ ساتھ تعلیمی اداروں میں کردار سازی کے لیے ذرائع ابلاغ کے تعاون کو بھی ضروری

قرار دیا۔ اس حوالے سے ذیل میں کونسل کی دو سفارشات ذکر کی جا رہی ہیں۔ کونسل نے کہا کہ:

"طلبا کے ماحول کو درست کرنے کے لیے ضروری ہے کہ طلبا کو غیر نصابی سرگرمیوں میں ایسی سرگرمیوں کی اجازت نہ دی جائے جو اسلام کے خلاف ہوں جیسے رقص و سرود اور ڈرامے وغیرہ۔ اس کے علاوہ ایسی غیر نصابی سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے جن میں طلباء کو اسلامی معلومات بڑھانے اور اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں مدد ملے اور اسلامی اقدار کے فروغ کے لیے مناسب اور سازگار ماحول میسر آسکے۔"[2]

کونسل نے اپنے اجلاس منعقد ۱۱ نومبر ۱۹۸۱ء میں تعلیم کے موضوع پر غور و خوض کرتے ہوئے اس امر کی شدید ضرورت محسوس کی کہ تعلیمی اداروں میں کردار سازی کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے ذرائع ابلاغ کا تعاون از بس ضروری ہے۔

کونسل نے اپنے اجلاس میں اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ تعلیمی اداروں کے ارد گرد فحش ڈائجسٹوں، جاسوسی ناولوں، خواتین کی فلمی تصویروں، مزین و مصور رومانی افسانوں اور ڈراموں سے آلودہ رسائل و اخبارات سے اخلاقی نجاست پھیلی ہوئی ہے اور نوجوان طبقہ اپنی نصابی کتابوں کو چھوڑ کر ان ہی مخرب اخلاق لغویات و خرافات میں اپنا قیمتی وقت ضائع کر رہا ہے۔ اس طرح نئی پود کو اخلاقی تباہی کی جانب دھکیلا جا رہا ہے۔ کونسل نے ٹیلی ویژن اور ریڈیو سے مسلمان بچوں کو ملنے والی نام نہاد روحانی غذا پر بھی شدید تشویش کا اظہار کیا[3]۔

تجزیہ:

۱۔ ان سفارشات میں کونسل نے تعلیمی اداروں میں طلبہ کی کردار سازی غیر نصابی سرگرمیوں اور تعلیمی اداروں کے باہر اور اس کے ارد گرد سے متعلق کہا کہ یہ ماحول آلودہ رسائل و اخبارات و اخلاقی نجاست سے بھرا ہوا ہے اور اس کے سد باب کے لیے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنے کی سفارش کی کہ ان ذرائع کو کردار سازی کے لیے استعمال کیا جائے۔ مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ذرائع ابلاغ بطور خاص الیکٹرانک میڈیا ہی فحاشی و عریانی اور غیر اخلاقیات کا علمبردار ہے۔ تعلیمی اداروں کے باہر کا ماحول تو دور کی بات ہے خود تعلیمی اداروں کا اندرونی ماحول غیر اخلاقی ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے ہی ایک موقعے پر کچھ عرصہ قبل جب ایک تعلیمی ادارے میں گانے بجانے کا پروگرام منعقد کیا گیا اور اس پر ایک رکن صوبائی اسمبلی کی جانب سے اسمبلی میں قرارداد پیش کی گئی تو میڈیا نے اس قرارداد پر خوب تنقید کی۔ انصار عباسی نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

"میڈیا "میراثی کلچر" کا اس قدر بڑا حمایتی بن گیا کہ جنوری ۲۰۱۲ء میں تعلیمی اداروں میں قابلِ اعتراض کنسرٹس

(گانے بجانے کے پروگرام) پر پابندی کے متعلق پنجاب اسمبلی میں قرارداد کی منظوری کو اس انداز میں آڑے ہاتھوں لیا، جیسے کہ کوئی بہت بڑا ظلم ہو گیا ہو۔ قرارداد (ق) لیگ کی سیمل کامران نے پیش کی۔ (ن) لیگ اور پیپلز پارٹی کے اراکین نے بھی اس کی حمایت کی، مگر اس قرارداد کے منظور ہوتے ہی ٹی وی چینلوں نے ایک شور برپا کر دیا ،اور" قابلِ اعتراض کنسرٹس" کی پابندی کو"غیر قانونی"اور لوگوں کے بالخصوص نوجوانوں کے"حقوق"کے خلاف گردانا۔۔۔۔ سچ گم ہو کر رہ گیا اور حقیقت چھپ گئی۔"[4]

۲۔ پاکستان کے تعلیمی اداروں میں میڈیا کے منفی اثرات کس تیزی سے پروان چڑھ رہے ہیں اس کا اندازہ دیے گئے ویڈیو لنک کو دیکھ کر با آسانی کیا جاسکتا ہے[5]۔ اس ویڈیو میں جو تہذیب و ثقافت دکھائی گئی ہے نہ جانے وہ کون سے پاکستان کی تہذیب و ثقافت ہے۔

۳۔ غیر نصابی سرگرمیوں کے نام پر ایک خواتین یونی ورسٹی کی جانب سے ایسے ہی ایک پروگرام کا اہتمام کیا گیا تھا اور یونی ورسٹی کی جانب سے ایسے انداز میں اعلان کیا گیا تھا کہ اگر آپ تعلیمی زندگی سے بور ہو گئے ہیں تو یونیورسٹی دلچسپ شام کا اہتمام کرتی ہے[6]۔

۴۔ اسی طرح ایک یونیورسٹی کی ایک طالبہ کا ایک ایکسپو پارٹی میں نقاب ڈالے بیلے ڈانس (پیٹ کا رقص) وائرل ہوا۔ کہا گیا کہ یہ کوئی پیشہ ور رقاصہ نہیں بلکہ محض شوق ہے۔ اس طالبہ اور پیشہ ور رقاصہ میں سوائے چہرے کے نقاب کے کوئی فرق دکھائی نہ دیا[7]۔

۵۔ مارچ ۲۰۰۳ میں ایک اسکول میں جب لڈی ناچ شروع ہوا تو اسے اس وقت کے وزیر تعلیم نے فورار کوادیا۔ وزیر تعلیم کے اس عمل کی کونسل نے باقاعدہ تحسین کی اور انہیں ہدیہ تبریک پیش کیا[8]۔

درسگاہوں کا ماحول:

پاکستان کے نظام تعلیم کو صحیح معنی میں اسلامی اور قومی انداز میں نافذ کرنے کے لیے جتنی اہمیت نصاب تعلیم کو حاصل ہے درس گاہوں کے ماحول کا سدھار اس سے کم اہمیت نہیں رکھتا۔ یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ طلبا کی اخلاقی تربیت اور انہیں کسی خاص رنگ میں رنگنے کے لیے ادارے کا ماحول بڑا مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس امر کو بھی پوری اہمیت دینے کی ضرورت ہے۔ طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لیے درسگاہوں کا ماحول بہتر رکھنے کے سلسلے میں کونسل نے درج ذیل سفارشات دیں:

"درسگاہوں کے ماحول کو اسلامی بنانے کے لیے ہر مضمون میں اساتذہ کا انتخاب کرتے وقت ان کی نظریہ پاکستان

سے وابستگی، فرائض اسلام کی ادائیگی اور کبائر سے اجتناب کا اطمینان کر لیا جائے اور جو لوگ اس پہلو سے استاد بننے کے لائق نہ ہوں ان کو ان کی اعلیٰ علمی استعداد کے باوجود نااہل قرار دیا جائے نیز اساتذہ کی سالانہ خفیہ رپورٹ میں ان کی دینی اور اخلاقی حالت سے متعلق بھی ایک رپورٹ شامل ہونی چاہیے۔"[9]

درسگاہوں کے ماحول میں اسلامی ارکان و شعائر اور بزرگان دین کے کماحقہ احترام کی مکمل رعایت ہونی چاہیے۔ نمازوں کے اوقات میں نماز کے وقفے دیے جائیں اور درسگاہ میں نماز کا اہتمام کیا جائے۔ اور بہتر ہے کہ درسگاہ کی حدود عمارت میں مسجد کے قیام کو لازمی قرار دیا جائے اگر مستقل عمارت نہ ہو تو نماز باجماعت کے لیے الگ جگہ بنائی جائے اور اس بات کی کوشش کی جائے کہ طلبا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کے عادی بنیں۔ باقاعدہ نماز کو تعلیمی اور تربیتی اداروں اور اقامت گاہوں میں شب و روز کے نظام الاوقات میں شامل کیا جائے[10]۔

طلبہ کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں مختلف اخلاقی بیماریوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کونسل کے ایک اجلاس میں سربراہِ مملکت کو توجہ دلاتے ہوئے کونسل نے کہا کہ:

"تعلیم کے ساتھ طلبہ کی اخلاقی تربیت کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اس وقت ہمارے تعلیمی اداروں کا ماحول ایسا نہیں کہ وہاں رہ کر ہمارے طلبہ نیک سیرت و خوش اخلاق اور صالح بن سکیں۔ طلبہ کے لیے تو عملی نمونہ اساتذہ ہوتے ہیں مگر ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے (الا ماشاء اللہ)۔ سگریٹ نوشی اور دیگر منشیات کے استعمال کا رواج ہمارے ان نوجوان طلبہ میں روز بروز بڑھ رہا ہے بلکہ بعض رپورٹوں میں تو یہ قابل افسوس بات خاص طور سے مذکور ہے کہ طالبات بھی منشیات کی عادی ہو گئی ہیں۔ مخلوط تعلیم نے اور بھی ملی اخلاق کو تباہ کیا ہے۔ پھر انہی تعلیمی اداروں کے ارد گرد ڈائجسٹوں، جاسوسی ناولوں، نسوانی فلمی تصویروں سے مزین و مصور اور رومانی افسانوں اور ڈراموں سے آلودہ رسائل و اخبارات کی اخلاقی گندگی پھیلی ہوئی ہے اور نوجوان طلبہ اپنی نصابی کتابوں کو چھوڑ کر ان ہی مخرب اخلاق ادبیات، لغویات و خرافات میں اپنا وقت ضائع اور اپنے اخلاق تباہ کر رہے ہیں اور پھر ٹی وی اور ریڈیو سے ان کو جو روحانی غذا مل رہی ہے اس کی فتنہ سامانیاں عیاں ہیں اور پھر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں برادریوں اور خاندانوں کے نام پر، یا کچھ باطل نظریات کے نام پر جو یونینیں بن رہی ہیں اور ہر تعلیمی ادارے میں جتھ بندیاں ہیں، جس نے ہمارے نظام تعلیم کو بالکل تباہ کر دیا ہے۔ اب تعلیمی ادارے متحارب فوجوں کے چھوٹے پیمانے پر اسلحہ خانے ہیں۔ الغرض جس پہلو سے بھی دیکھا جائے ہماری تعلیم کا ماحول بہت تشویشناک ہے اور یہ آلودگی روز افزوں ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ آپ ہی دردمند دل رکھنے والے حکمران ہیں، آپ ہی سے توقع رکھی جا سکتی ہے کہ آپ اپنے دورِ حکومت میں

اس سارے ماحول کو پاک کیجئے۔ ہاں یہ کہنا ضروری ہے کہ اس بارے میں آپ تجاویز سوچتے وقت ان حضرات سے مشورہ کیجئے جو آپ کی طرح یہ تڑپ رکھتے ہوں کہ تعلیمی ماحول اسلامی اخلاق و نظریات کا آئینہ دار ہو جائے۔"[11]

اسی طرح وہ افکار و نظریات جن کی وجہ سے طلبہ میں اخلاقی گراوٹ پیدا ہوتی ہے اور جو مسلم معاشرے کی تہذیب و ثقافت کے بر خلاف ہے ان افکار و نظریات سے تعلیمی اداروں کو پاک کرنے کی کونسل نے سفارش دی۔ کونسل نے کہا کہ:

"طلبا، عوام، تعلیم اور تعلیمی اداروں کی اشتراکیت کے ملحدانہ نظریات سے کلیتہ پاک کرنے پر توجہ دینا ضروری ہے نیز اسلام اور اشتراکیت کے ایسے تقابلی مطالعے کی ضرورت ہے جس سے اسلام کے محاسن اور اشتراکیت کے مصائب نمایاں طور پر سامنے آ جائیں۔ مغربی تہذیب و تمدن کا ہمارے معاشرے اور افراد کے کردار کو مسخ کرنے میں جو حصہ ہے وہ ظاہر و باہر ہے مغرب کے ان غلط اثرات نے ہماری تہذیب و ثقافت اور طریق بود و باش کو مسخ کر دیا ہے۔ اور نئی نسل میں فحاشی اور عریانی کو رواج دیا ہے ان حالات کے پیش نظر کونسل نے فیصلہ کیا کہ معاشرے اور افراد کو مغرب کے غلط اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے ذریعے ان کے اذہان سے تمام قسم کے اثرات محو کیے جائیں۔"[12]

مخلوط نظام تعلیم کا خاتمہ:

طلبہ و طالبات کا باہمی میل جول یا غیر محرم اسٹاف کے ساتھ طلبہ و طالبات کا رابطہ کئی مفاسد کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے ان کا اخلاقی کردار متاثر ہوتا ہے۔ طلبہ و طالبات کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں کونسل نے بہت واضح لفظوں میں اپنی مختلف سفارشات میں مخلوط نظام تعلیم کو طلبہ کی اخلاقی گراوٹ کا سبب قرار دیا ہے اور بار بار پر زور الفاظ میں یہ سفارش دی ہے کہ مخلوط نظام تعلیم کو کم سے کم وقت میں ختم کرنے کی کوشش کی جائے۔ کونسل نے کہا کہ:

"فحاشی اور عریانی کا سدباب صرف ذرائع ابلاغ کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس فحاشی کی بنیاد وہ فحاشی و عریانیت ہے جو ہمیں گھر سے باہر بازاروں گلیوں، کوچوں اور تعلیم گاہوں میں نظر آتی ہے ان تعلیمی اداروں میں لڑکوں اور لڑکیوں کا بے تکلف اختلاط روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ فحاشی کے قانون میں جب تک اسباب و مواقع کا سدباب نہیں کیا جاتا۔ اصلاح معاشرہ اور اسلامی نظام کے نفاذ کا خواب کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہو گا۔"[13]

اسی تناظر میں کونسل نے مخلوط نظامِ تعلیم کو ختم کرنے پر زور دیتے ہوئے یہ سفارش دی کہ:

"مخلوط تعلیم کو ختم کرنے کے لیے بلا تاخیر ایک کم سے کم مدت کا تعین کیا جائے جس میں ضروری انتظامی امور کی تکمیل کی جاسکے اور طالبات کے نصاب میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں جو ان کی ضروریات کے مطابق ہوں۔ مخلوط تعلیم کی وجہ سے طلباء میں اخلاقی گراوٹ مسلسل پیدا ہو رہی ہے۔ لہٰذا پرائمری کے بعد طلبا اور طالبات کے لیے الگ درسگاہوں اور یونیورسٹیوں کا انتظام کیا جائے اور طالبات کا نصاب تعلیم ان کے فرائض زندگی کے لحاظ سے از سر نو مرتب کیا جائے اور مخلوط تعلیم ختم کرنے کے لیے بلا تاخیر کوئی مدت مقرر کی جائے جس میں طالبات کے لیے الگ اداروں کا انتظام ہو سکے۔"[14]

اسی طرح طالبات کا غیر محرم اسٹاف کے ساتھ تفریحی دوروں پر جانا، ساتھ تصاویر کھنچوانے کو بھی کونسل نے غیر اسلامی عمل قرار دیتے ہوئے سختی سے روکنے کی سفارش کی کیوں کہ انہیں راستوں سے بے راہ روی کو فروغ ملتا ہے اور طلبہ و طالبات کے اخلاقیات پر اس کا غلط اثر پڑتا ہے۔ کونسل نے کہا کہ:

"کونسل محسوس کرتی ہے کہ طالبات کا غیر محرم سٹاف ممبران کے ساتھ تفریحی دوروں پر جانا اور ان کے ساتھ آزادانہ گھومنا پھرنا اور گھل مل کر ان کے ساتھ تصاویر کھنچوانا کسی طرح بھی شریعت میں جائز نہیں، بلکہ احکام اسلام کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ لہٰذا کونسل حکومت سے یہ پر زور سفارش کرتی ہے کہ زنانہ درس گاہوں میں اس بے راہ روی اور آزادانہ اختلاط کو روکنے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جائیں، کیونکہ اس کے بغیر ملک میں اسلامی نظام کا قیام محال ہے۔ کونسل حکومت سے یہ بھی سفارش کرتی ہے کہ نظام اسلام کے نفاذ و ترویج کے لئے اپنی گرفت مضبوط کرے، چادر اور چار دیواری کا تقدس عملی طور پر بحال کرائے، شعائر اسلام کا احترام کرائے اور بے پردگی کا خاتمہ کرائے۔ ورنہ نظام اسلام کا نعرہ کھوکھلا ثابت ہو گا۔"[15]

اسی طرح خواتین کے لیے مختص تعلیمی اداروں میں مردانہ اسٹاف کی تعیناتی۔ چاہے مرد اساتذہ کی صورت میں ہو یا دفتری ملازمین۔ پر بھی کونسل نے پابندی لگانے کی سفارش کی بلکہ اس سے آگے بڑھ کر کونسل نے ان اداروں میں مردوں کا داخلہ چاہے ان اداروں کی تقریبات میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے کوئی اعلیٰ شخصیت مرد ہی کیوں نہ ہو بھی ممنوع قرار دینے کی سفارش کی۔ کیوں کہ ان کے ساتھ درجنوں مرد بھی ان تقریبات میں شامل ہوتے ہیں[16]۔

اسی سلسلے میں ۱۹۸۶ء میں صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد[17] کی جانب سے بطور استفسار ایک متفقہ قرارداد کونسل کو بھیجی گئی جس میں نیشنل کیڈٹ کور ٹریننگ میں طالبات کے لیے مردوں کے بجائے خواتین انسٹرکٹروں کا تقرر کرنے کی

سفارش کی گئی تھی۔ اس موضوع پر کونسل نے اپنے تیسرے اجلاس منعقدہ کراچی بتاریخ ۲۱ اگست ۱۹۸۶ء بصدارت چیئرمین کونسل پروفیسر ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالے پوتا غور کیا اور حسب ذیل رائے دی۔

"استفسار ہذا کے بارے میں کونسل کی رائے وہی ہے جو اس کی سابقہ رپورٹ برائے ۸۳۔ ۱۹۸۲ء کے صفحہ ۹۷ پر درج ہے۔ جس میں صراحتاً کہا گیا ہے کہ نیشنل کیڈٹ کور کا پروگرام اپنی موجودہ صورت میں طالبات کی حد تک اسلامی احکام کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ کونسل ہذا اس رائے کی تائید کرتے ہوئے دوبارہ اس پر عملدرآمد کی سفارش کرتی ہے۔ اس ضمن میں بہرحال اس امر کا اہتمام ضروری ہے کہ تربیت دینے والے افراد کسی مرحلے پر بھی مرد نہ ہوں بلکہ تربیت یافتہ خواتین ہوں۔"[18]

مخلوط نظام تعلیم کے خاتمے کے سلسلے میں کونسل نے ایک سفارش یہ دی کہ:

"طلبہ اور طالبات کے تعلیمی ادارے الگ الگ قائم ہونے ضروری ہیں تاکہ طالبات کھلے ماحول میں بے خوف وخطر اپنی تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھ سکیں، خواتین کی الگ یونیورسٹیاں جلد از جلد قائم ہونی چاہییں۔"[19]

خواتین کی فنی تربیت اور تدریس کی اہمیت کے پیشِ نظر فنی تربیت کے دوران اور بعد میں مردوزن کے اختلاط کو روکنے کا بہر صورت پورا پورا خیال رکھنا ضروری ہے تاکہ فنی تربیت کی آڑ میں مردوزن کے اختلاط سے بے راہ روی کو فروغ پانے کا کسی بھی صورت میں موقع نہ مل سکے۔ اس زاویہ نظر سے کونسل نے چند بنیادی اصولوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کو ہر مرحلہ اور شعبہ میں ملحوظ رکھنے پر زور دیا۔

"خواتین کی پیشہ ورانہ تربیت، تعلیم اور معاشی سرگرمیوں کے سلسلے میں سب سے اہم نکتہ شرعی حجاب کی پابندی کا لحاظ ہے لہٰذا ان سفارشات کی تعمیل کے سلسلے میں پروگرام اس طرح ترتیب دیئے جائیں کہ دوران تعلیم وتربیت اور بعد ازاں خواتین کی ملازمت اور خدمات کو بروئے کار لانے کے دوران کسی مرحلہ پر اختلاط مردوزن کے مواقع پیدا ہونے کی گنجائش نہیں رہنی چاہیے۔ اس احتیاط کے کامل لحاظ کے لیے حکومت کو تمام تر ذرائع بروئے کار لانے چاہئیں تاکہ غیر محرم عورت سے غیر محرم مردوں کے خلوت میں بیٹھنے، ملنے اور رہنے پر پابندی رہے جیسا کہ حدیث شریف میں منع کیا گیا ہے کہ:

لاَ يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلاَّ كَانَ ثَالِثَهُمَا الشَّيْطَان۔[20] (کوئی مرد کسی عورت سے قطعاً خلوت نشین نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ان کے ساتھ تیسرا فرد شیطان ہوتا ہے۔)

حتی الوسع کوشش کی جائے کہ خواتین کی خدمات اور علم وہنر سے استفادہ کے سلسلے میں مردوزن کے دائرہ ہائے کار

الگ الگ ہوں کیونکہ شرم وحیا کا تقاضا ہے کہ ان دونوں جنسوں کو الگ الگ رہ کر اپنی سرگرمیوں کو جاری رکھنے کا بندوبست کیا جائے۔"[21]

تجزیہ:

مخلوط نظام تعلیم کے خاتمے سے متعلق مذکورہ بالا تمام سفارشات کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ تعلیمی اداروں میں غیر محرم مرد وعورت کے آزادنہ اختلاط کو ہر ممکن طریقے سے روکا جائے تاکہ طلبہ وطالبات میں غیر اخلاقی سوچ پیدا نہ ہو اور نہ ہی ان میں بے راہ روی کو فروغ ملے۔ کونسل نے جن خرابیوں کی طرف اشارہ کیا ہے ان کا اگر جائزہ لیا جائے تو یقینا وہ اخلاقی خرابیاں طلبہ وطالبات میں پیدا ہو رہی ہیں۔ ذیل میں ان تمام سفارشات کا تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے۔

مخلوط نظام تعلیم کی بنیاد پر اگر سرمایہ دارانہ سوچ کو حاوی کر دیا جائے تو پھر اپنی اقدار کو قربان کئے بغیر چارہ نہیں، لیکن ایسا وہ قوم کر سکتی ہے جس کی نظر میں اقدار کی کوئی وقعت باقی نہ بچی ہو۔ ایک صوبے کے وزیر تعلیم نے گزشتہ دنوں ایسی ہی ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ: کہ "ایک پرائمری سکول پر حکومت کا بہت زیادہ خرچہ ہوتا ہے۔ ایک ہیڈ ماسٹر کو ستر سے اسی ہزار روپے تنخواہ دی جا رہی ہے اور کم سے کم ایک سکول کو چلانے کے لیے حکومت کو ماہانہ چار پانچ لاکھ روپے خرچ کرنا پڑتے ہیں تو اگر کسی علاقے میں بچوں کی تعداد ہی کم ہے تو اس کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ وہاں اساتذہ، اسکولوں اور وسائل کو اکٹھا کر دیا جائے۔" [22] مذکورہ بالا فیصلے کی روشنی میں جب ایک علاقے کے بچوں اور بچیوں کے دو علیحدہ اسکولوں کو ایک کر دیا گیا تو والدین نے اپنی بچیوں کو سکول بھیجنا ہی بند کر دیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ "ہمارے گاؤں میں بچیوں کے سکول کی عمارت بھی موجود ہے اور لڑکوں کے سکول کی بھی۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا کہ ان سکولوں کو ضم کیوں کیا گیا۔ ہمارے گاؤں کا ماحول بہت مذہبی ہے۔ اس لیے لوگ اس بات پر آمادہ نہیں کہ پرائمری سطح پر بھی اپنی لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ پڑھائیں۔ اس وجہ سے کچھ لوگوں نے تو بچیاں سکول سے اٹھا لیں ہیں اور کچھ اٹھانا چاہتے ہیں۔"[23] تعلیم کے فروغ کی پالیسی کے تحت ہر ممکن طریقے سے اس مسئلے کا حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اگر بچوں اور بچیوں کے الگ الگ اسکول کا انتظام کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ ایک نیا اسکول بنانے کے بجائے پہلے سے موجود اسکول کو بچوں اور بچیوں کے لیے دو مختلف اوقات میں چلایا جائے تو ایک ہی عمارت دو اسکولوں کے برابر کام کرے گی اور اس طرح مخلوط نظام تعلیم کا مسئلہ بھی حل ہو گا وہیں نئی عمارتوں کی تعمیرات پر اربوں روپیہ خرچ ہونے سے بچایا جا سکے گا اور مخلوط نظام تعلیم کی وجہ سے جو تعلیم سے محروم ہیں وہ بھی تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ مخلوط نظامِ تعلیم کے جن اخلاقی نقصانات اور بے راہ روی کے فروغ کی

بات کونسل نے اپنی سفارشات میں کی تھیں وہ آج حرف بحرف سچ ثابت ہو رہی ہیں۔ آئے روز مختلف تعلیمی اداروں کے واقعات اخبارات کی زینت بنتے ہیں کہ جس میں طالب علم لڑکے اور لڑکی کے درمیان عشق اور ناکام عشق کی داستانیں بیان کی جاتی ہیں، حتیٰ کہ اس معاملے میں استاذ اور شاگرد کے درمیان فرق بھی ختم ہو جاتا ہے[24]۔

حالیہ کچھ عرصے میں درجنوں تعلیمی اداروں میں ایسے واقعات میڈیا کی زینت بنے جس میں یا تو اساتذہ کی طرف سے طالبات کو جنسی ہراسمنٹ کا سامنا رہا یا پھر دوسرا پہلو بھی سامنے آیا جس میں طالبات کی جانب سے بھی ایسا منفی عمل دیکھنے میں آیا جس کا مقصد کسی نہ کسی استاد کو بدنام کرنا یا پھر اس کی علمی و معاشرتی تشخص کو خراب کرنا مقصود تھا۔ اسی طرح کا جنسی ہراسگی کا الزام جب ایک پروفیسر پر لگایا گیا تو تفتیش میں معلوم ہوا کہ یہ ایک طالب علم کی انتقامی کارروائی تھی وہ کچھ پیپرز میں فیل ہو گیا تھا لیکن اس استاذ پر پاس کرنے کے لیے دباؤ ڈالتا رہا بات نہ ماننے پر کچھ طالبات کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ان کے ذریعے استاذ پر یہ الزام عائد کیا[25]۔ اسی طرح ایک استاذ اپنے اوپر لگنے والے جنسی ہراسگی کے جھوٹے الزام کی وجہ سے دلبرداشتہ ہو گئے اور انہوں نے خودکشی کر لی[26]۔ اس تمام صورتحال کی بنیادی وجہ بھی مخلوط نظام تعلیم ہی ہے کہ جس میں غیر محرم افراد کا آزادانہ اور بے تکلفانہ میل جول ہوتا ہے اور یہی واقعات طالب علموں کے اخلاقی کردار پر منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

تعلیمی اداروں میں ہراسمنٹ کے واقعات کی روک تھام کے لیے اعلیٰ تعلیمی کمیشن نے مخلوط تعلیمی اداروں کے لیے کچھ قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں[27] اسی طرح سینیٹ میں بھی ان واقعات کی روک تھام کے لیے کی قانون سازی کی گئی ہے[28]۔ مگر درحقیقت قانون سازی کا یہ معاملہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق ہے کیوں کہ ہر قانون میں کوئی نہ کوئی سقم اور جھول رہ جاتا ہے مقدمات قائم نہیں ہوتے اور اس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے مجرمانہ ذہنیت رکھنے والے آزادی کے ساتھ تعلیمی اداروں کا ماحول خراب کرتے ہیں۔ اس حوالے سے بجائے قانون سازی کرنے کے مخلوط تعلیم نظام کو ہی ختم کرنے کی کوشش کی جانی چاہیے تاکہ ایسا ماحول ہی موجود نہ ہو جس میں مجرم اپنے لیے آسانی اور آزادی محسوس کرے۔

کونسل نے ایک سفارش میں خواتین کے لیے علیحدہ یونیورسٹیز کے قیام کی تجویز دی تھی۔ اس سلسلے میں کالجز اور یونیورسٹیز کی سطح پر خواتین کے لیے مختص کچھ تعلیمی ادارے موجود ہیں لیکن وہ ناکافی ہیں۔ ہر ضلع میں اس طرح کے اداروں کے قیام کی ضرورت موجود ہے۔ فی الوقت وکی پیڈیا کی معلومات کے مطابق خواتین کے لیے مختص تعلیمی اداروں کی تعداد یونیورسٹیز اور کالجز کو ملا کر ۲۹ ہیں[29]۔

تعلیمی اداروں کی اقامت گاہوں میں طلبا کے لیے ضابطہ اخلاق

مہران یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ ٹیکنالوجی جام شورو (سندھ) اور زرعی یونیورسٹی ٹنڈو جام کی جانب سے یونیورسٹی طلبہ کی روحانی تربیت کے لیے ضابطہ اخلاق سے متعلق کونسل کے پاس استفسارات آئے اس سلسلے میں کونسل کا کہنا تھا کہ:

"اگرچہ یہ استفسار قواعد کے مطابق موصول نہیں ہوا لیکن کونسل محسوس کرتی ہے کہ تعلیمی اداروں کے لیے ایک ضابطہ اخلاق کی موجودگی اسلامی معاشرہ کی تعمیر کے لیے ازبس ضروری ہے، اس لیے کونسل نے بہ تحریک خود مطلوبہ ضابطہ اخلاق مرتب کرنا مناسب سمجھا۔ چنانچہ کونسل نے طلبا کے لیے حسب ذیل ضابطہ اخلاق منظور کیا۔ یہ ضابطہ اخلاق خاص طور پر طلبا کے ہوسٹلوں کے لیے ہے۔"

یونیورسٹی سطح کے طلبا کے اخلاق و کردار کی درستی اور روحانی ارتقاء کے ساتھ ان میں اسلامی شعور پیدا کرنے کے لیے کونسل نے حسبِ ذیل تجاویز دیں:

۱۔ حصول معاش تعلیم کا ثانوی مقصد ہے اصل مدعا تو خود اپنے عقائد و نظریات اور اخلاق و کردار کو بہتر بنا کر ملک و ملت کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنا اور اس کو فائدہ پہنچانا ہے۔ لہٰذا طلبہ کے اخلاق و کردار کی تعمیر پر پوری توجہ دی جائے۔

۲۔ اسلامی تعلیمات اور مسلم افکار کو ہر شعبہ علم و فن میں تعلیم و تعلم کے ذریعے رچا بسا دیا جائے۔

۳۔ انجینئرنگ اور زراعت کی تعلیم اسلامی ذہنیت اور اسلامی طرز فکر سے دی جائے اور اسلام کی ہمہ گیر حیثیت کو اجاگر اور سربلند کیا جائے اور اشتراکیت اور دیگر ملحدانہ افکار کی تقلید سے طلبا کو نجات دلائی جائے۔

۴۔ جدید و قدیم کے فرق کو ختم کر کے استقرائی طریقہ تحقیق جس پر موجودہ سائنسی تحقیق گامزن ہے اور جس کی بنیاد مسلمان سائنسدانوں نے رکھی ہے، کو متعارف کرانے کے لیے ان مسلمان اکابرین مثلاً زکریا رازی، ابن سینا، خوارزمی، ابو ریحان البیرونی، ابن الھیثم، الفارابی، ابن خلدون، ابن مسکویہ، ابن رشد، ابو محمد خوجندی، جابر ابن حیان، موسیٰ بن شاکر وغیرہ کے کارناموں اور سائنسی تحقیق کو سامنے لا کر طلباء کے اذہان میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کو اجاگر کرتے ہوئے ان میں جان سوز نگاہ کی بلندی ہمہ وقتی تحقیق ایسی صفات پیدا کی جائیں اور انہیں عقیدت و عمل کی تباہ کن کشمکش سے محفوظ کیا جائے۔

۵۔ محض حصول معاش اور دولت کو جائز و ناجائز ذرائع سے سمیٹنے کے متمنی طلباء پیدا کرنے کے بجائے طلبا کو تکمیل

ذات، اعلیٰ انسانی اوصاف کے حصول، مطالعہ انفس و آفاق اور حقائق اشیاء پر غور و تدبر کی اصلاح کا حامل بنایا جائے تاکہ وہ ملک و ملت کی خدمت کر سکیں اور رزق حلال کی برکتوں کو سمجھ سکیں۔

۶۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ دینے کے لیے اس کا مغربی اور اشتراکی تہذیب سے موازنہ کیا جائے اور اس طرح نئی نسل کو لادینی تہذیبوں کے مفسدات فحاشی اور عریانی جیسے غلط اثرات اور محذرات کی غلاظتوں سے محفوظ کیا جائے۔ اس مقصد کے لیے علوم اسلامی کے ماہر اساتذہ اور علماء کو بلا کر ان سے لیکچر دلوائے جائیں۔ اور استدلال کی صورت میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے افکار و تعلیمات کو پیش نظر رکھا جائے۔

۷۔ یونیورسٹی میں رقص و سرود کی محافل کی قطعی بندش کے ساتھ ساتھ پاکستان کے تاریخی، تمدنی اور صحت افزاء مقامات دکھا کر طلبہ کی معلومات میں اضافہ کیا جائے اور ان میں ملک و ملت سے محبت کا شعور پیدا کیا جائے۔

۸۔ انجینئرنگ اور زراعت کی تعلیم، معرفت حق، حقائق اشیاء اور اسلام کے فلسفہ آفاق و الانفس کو سمجھنے اور اس پر کامل یقین تک پہنچنے میں بڑی مدد و معاون ثابت ہو سکتی ہے بشرطیکہ زراعت سے متعلقہ قرآنی آیات کا گہرا مطالعہ کیا جائے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے سورج اور چاند کو تمہارے لیے مسخر کر دیا اور اب سورج کی روشنی اور اس کی طاقت کا استعمال اور اس سے مزید توانائی کی قسمیں بنا کر ترقی کرنا جیسا کہ سورج کی کرنوں سے آنے والی توانائی سے بجلی بنا کر ٹیوب ویل چلانا یا سورج کی گرمی سے بھاپ بنا کر ٹیوب ویل چلانا وغیرہ۔ اللہ نے فرمایا کہ ہم نے "ریح کو تمہارے لیے مسخر کیا۔ اب ہوا کی طاقت کا استعمال کرو اس سے کام لو۔

۹۔ سائنس کی تدریس کے دوران طلبہ کو مسلمان سائنس دانوں کے کارناموں سے بھی آگاہ کیا جائے اور ان کو بتایا جائے کہ یہ ساری کائنات اللہ کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ اس کی قدرت کا کرشمہ ہے اور اس میں جو کچھ ہو رہا ہے، قانون کے مطابق ہو رہا ہے۔ چنانچہ اس طرح سائنس کی تعلیم سے بھی رجوع الی اللہ پیدا ہو سکتا ہے۔

نماز کی پابندی اور تلاوت قرآن حکیم:

۱۔ جس طرح سعودی عرب میں نماز کے اوقات میں اصحاب شرطہ بازاروں میں گشت کرتے ہیں اور نماز باجماعت سے غفلت برتنے والوں کو تنبیہ کرتے ہیں اسی طرح ہاسٹل میں سپرنٹنڈنٹ ہاسٹل کی سربراہی میں ایک احتسابی کمیٹی تشکیل دی جائے جو ان طلبہ کو تنبیہ کرے جو بلا عذر شرعی نماز باجماعت میں شرکت سے بے توجہی برتیں۔

۲۔ استنجا اور وضو کے لیے ہاسٹل میں انتظامات کو بہتر اور مطابق احکام شریعت بنایا جائے۔

۳۔ یونیورسٹی کے ہر طالب علم پر لازم ٹھہرایا جائے کہ وہ قرآن مجید کو تجوید و قرأت کے مطابق سیکھنے کی امکان بھر کوشش کرے جس طرح کہ انڈونیشیا کے نظام تعلیم میں ہر طالب علم کو تجوید و قرأت کا سیکھنا لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس مقدس کام کو انجام دینے کے لیے ہاسٹل میں دو یا تین فن قرات کے ماہرین مقرر کیے جائیں اور اگر کوئی طالب علم ان سے استفادہ کرنے میں کوتاہی کرے یا پہلو تہی سے کام لے تو ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ کو اختیار دیا جائے کہ وہ اس کے خلاف تادیبی کارروائی کرے، مثلاً جرمانہ وغیرہ۔

۴۔ یونیورسٹی میں بھی قاریوں کی ایک معقول تعداد ہونی چاہیے جو طلبہ کو اس فن سے کماحقہ آگاہ کر سکے۔

۵۔ ہاسٹل میں داخلہ لیتے وقت طلبہ کے استحقاق کا ایک پہلو یہ بھی ہو کہ وہ قرآن مجید کو صحت کے ساتھ پڑھ سکتے ہوں اور انہیں ترجیحی بنیادوں پر داخلہ دیا جائے۔

۶۔ یہ بات ہاسٹل انچارج کی صوابدید پر چھوڑ دی جائے کہ وہ کون سا وقت تجوید و قرأت کے سکھانے کے لیے موزوں اور مناسب سمجھتا ہے البتہ اس کام کو منظم کرنے کے لیے باقاعدہ طلبہ کی حاضری ہو اور طالب علم بلاعذر شرعی حاضر ہوں۔ ان کی رپورٹ ہاسٹل سپرنٹنڈنٹ کو قاری صاحبان تحریری طور پر بھیجتے رہیں اور سپرنٹنڈنٹ پر لازمی ٹھہرایا جائے کہ وہ ایسے غفلت پسند طلبہ کے خلاف سخت کارروائی کرے۔

۷۔ طلبہ کے اخلاقی سرٹیفکیٹ میں ایک خانہ اس بات کے لیے مختص کیا جائے کہ جس میں اس امر کی تصریح ہو کہ تجوید و قرات کے فن کو سیکھنے میں اس نے کتنی مہارت بہم پہنچائی ہے۔ یونیورسٹی کی سطح پر بھی نماز باجماعت اور تجوید، قرأت کے فن کو سکھانے کی تجویز بھی کر دی جائے، صرف ہاسٹل کے طلبہ پر نہیں بلکہ یونیورسٹی کے تمام مسلمان طلبہ ان ہر دو فرائض دین پر عمل کر کے دنیا میں سرفراز اور آخرت میں سرخرو ہو سکیں۔

۸۔ اساتذہ کو ایسا ماحول پیدا کرنا چاہیے کہ طلبہ خود بخود نماز کی پابندی کریں۔

۹۔ نماز جمعہ کی پابندی کروانے کے لیے حاضری کا انتظام کیا جائے اور غیر حاضر طلبہ کو اپنے کیے کی سزا دی جائے۔

۱۰۔ صبح کی نماز کے بعد یا قبل قرآن مجید میں ایک یا دو آیات کا درس دیا جائے تاکہ طلبہ قرآنی تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔

۱۱۔ عشاء کی نماز کے بعد ایک یا دو احادیث مع ترجمہ سنائی جائیں۔ تاکہ طلبہ کو احکام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے کا شوق اور جدید جذبہ پیدا ہو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں اللہ کی اطاعت ہے۔

۱۲۔ قرآن مجید ناظرہ پڑھنے اور زبانی یاد کرنے والے طلبہ میں انعامات تقسیم کیے جائیں حفاظ کو خصوصی مراعات دی

جائیں ان کی فیس معاف کی جائے اور کتابیں دی جائیں۔

۱۳۔ اساتذہ کو پابند کیا جائے کہ وہ کالج اوقات میں نماز ظہر کی پابندی کریں اور ہاسٹل انچارج پر لازم کیا جائے کہ وہ پانچ وقت نمازوں میں بنفس نفیس مسجد میں حاضر ہو کر طلبہ کے لیے عمدہ نمونہ پیش کرے۔

۱۴۔ پنج وقتہ نمازوں کے اوقات میں دوسرے سرکاری یا نجی کام اور ٹی وی ریڈیو پروگرام بند کر کے نماز کی ادائیگی کے لیے وقفہ لازم قرار دیا جائے تاکہ طلبہ و اساتذہ دل جمعی سے نماز ادا کر سکیں۔

۱۵۔ اسلامی تعلیمات سے متعلق کتبات یونیورسٹی کے در و دیوار پر آویزاں کیے جائیں تاکہ طلبہ کو دینی تعلیم پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔

۱۶۔معارف قرآن، قیام صلوٰۃ و صوم، ادائے زکوٰۃ، حج بیت اللہ، عظمت حب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، احترام شعائر دین اور بزرگان ایسے موضوعات کو سیمیناروں اور تقریروں کے ذریعے طلبہ کے اذہان میں راسخ کر کے انہیں پاکستان کے نظریئے کا محافظ اور اسلام کا سپاہی بنایا جائے تاکہ اسلام ہر شعبہ زندگی میں سربلند ہو۔

۱۷۔ طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لیے دینی موضوعات پر جید علمائے کرام اور اسلامیات کے تجربہ کار اساتذہ سے لیکچر دلوائے جائیں اور ان اجتماعات میں طلبہ کو سوال و جواب کی بھی اجازت دی جائے۔

۱۸۔ ہوسٹل وارڈن نیک اور دیانتدار لوگ ہوں جو خود نمازی ہوں اور نماز پڑھانے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

۱۹۔ حافظ قرآن طلبہ کی فیس معاف ہونی چاہیے اور ان کو سالانہ الاؤنس دیا جائے[30]۔

تجزیہ:

۱۔ ان سفارشات میں سے ایک میں کونسل نے طلبا کی اخلاقی تربیت کے لیے درسگاہوں کا ماحول اسلامی بنانے پر زور دیا اور اس کے لیے اساتذہ کے انتخاب کے لیے ایک معیار مقرر کیا کہ اس پر پورا اترنے والے کو استاذ کے منصب پر فائز کیا جائے مگر اس پر افسوس ہی کیا جاسکتا ہے کہ اس سفارش کے بھی برعکس حکومتی اقدامات کیے گئے جب اسلامیات پڑھانے کے لیے غیر مسلموں کے لیے کوٹہ مختص کیا گیا [31]۔

۲۔ اسی طرح یونیورسٹیز کی سطح پر تو مساجد باقاعدہ قائم کی جاتی ہیں لیکن چھوٹے تعلیمی اداروں میں ایسی کوئی سہولت نہیں ہوتی۔ اگر ان اداروں میں نماز کے لیے جگہ مختص کرنا بھی مشکل ہو تو کم از کم طلبہ میں نماز کی ادائیگی کے لیے جذبہ تو بیدار کیا جاسکتا ہے کہ چھٹی کے بعد گھر جا کر نماز کی ادائیگی کریں اور اگر اس حوالے سے اگلے دن بچوں سے پوچھا تو اس طرح طلبہ نماز کے عادی ہو سکتے ہیں مگر اس طرح کا بھی کوئی ماحول نہیں ہوتا۔

۳۔ کونسل نے تعلیمی اداروں میں منشیات کے استعمال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اس کی روک تھام کے لیے اقدامات کرنے کی سفارش کی، یہ سفارش ۱۹۸۱ میں دی گئی مگر اس پر کوئی عمل درآمد نہیں کیا گیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق:

"پاکستان کے چھوٹے بڑے تعلیمی اداروں میں منشیات کا بڑھتا ہوا رجحان نئی نسل کو تباہ کر رہا ہے جس پر متعلقہ ادارے بھی خاموش نظر آتے ہیں۔ لاہور سمیت پاکستان کے بڑے شہروں میں خفیہ طور پر آئس نشہ تیار کر کے فروخت کیے جانے کے انکشاف پر ذرائع کا کہنا ہے کہ غیر قانونی لیبارٹریوں میں تیار ہونے والا یہ نشہ دوسرے درجے کا نشہ ہے جس جگہ پر یہ نشہ تیار کیا جاتا ہے وہاں اِس نشے کی ایک پُڑیا ایک ہزار سے 2 ہزار روپے میں فروخت کی جاتی ہے جبکہ اصل تیار کردہ آئس نشے کی ایک پڑیا مارکیٹ میں 5 سے 10 ہزار روپے میں فروخت ہوتی ہے۔ اس نشے کی خاصیت یہ ہے کہ اسے استعمال کرنے والا شخص مسلسل چار روز جاگ سکتا ہے اسی لیے بیشتر طلبا مقابلے کے امتحانات کی تیاری کے لیے آئس نشے کا استعمال کرتے ہیں۔ تعلیمی اداروں کے ہاسٹلز میں رہنے والے طالبعلم اکثر سگریٹ کو تمباکو سے آدھی خالی کرنے کے بعد درمیان میں آئس پاوڈر ڈال کر پیتے ہیں اس کے علاوہ انجکشن کے ذریعے بھی اس نشے کو طالبعلم اپنے جسم کے اندر منتقل کرتے ہیں۔"[32]

۴۔ مزید یہ کہ طلبہ کے ساتھ ساتھ طالبات بھی اس غیر اخلاقی عمل کا شکار ہیں اور ان میں بھی منشیات کا استعمال حد سے زیادہ بڑھ چکا ہے اور اس میں نت نئے نشہ آور اشیاء کا استعمال ہو رہا ہے۔ رپورٹ کے مطابق:

"اسی طرح تعلیمی اداروں میں پڑھنے والی لڑکیاں بھی ہاسٹلز میں رہ کر اس طرح کے نشے کا بے جا استعمال کرتی ہیں ہاسٹلز میں رہنے والی لڑکیاں سگریٹ کے علاوہ نشہ آور چیونگم کا استعمال بھی کرتی ہیں۔ پاکستان میں فلیتونام چیونگم تھائی لینڈ اور یورپ سے منگوائی جاتی ہے یہ چیونگم 500 سے لے کر 1200 روپے میں فروخت کی جاتی ہے جب کہ اس کو چبانے والے طلبہ گھنٹوں اس کے نشے میں مگن رہتے ہیں۔ تعلیمی اداروں میں نشے کے استعمال کی روک تھام کرنے والے ادارے کی ٹیم نے لاہور سمیت پنجاب کے دیگر شہروں میں خفیہ طور پر پبلک اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں وزٹ کر کے ایک رپورٹ تیار کی ہے اُس رپورٹ میں واضح طور پر یہ درج ہے کہ تعلیمی اداروں میں زیادہ تر پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں کچھ طلبہ و طلبا سگریٹ نوشی، شراب اور شیشے کا استعمال کر رہے ہیں خفیہ اداروں کی وہ رپورٹ پڑھنے کے بعد جاننا بہت ضروری ہے کہ آخر تعلیمی درسگاہوں میں منشیات کس طرح پہنچائی جاتی ہے اس بارے میں ذرائع کا کہنا ہے کہ سکول، کالج اور یونیورسٹی کے جنرل سٹورز، کنٹینز، فروٹ شاپس، ہوٹلز، لانڈری اور

باربر شاپس پر کام کرنے والے ملازمین اپنے تعلیمی اداروں میں منشیات سمگل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں بلکہ کچھ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے گارڈز بھی منشیات فروخت کرنے میں ملوث ہیں یہ تو یہ بلکہ تعلیمی اداروں کے باہر کھڑے چند ٹیکسی اور رکشہ چلانے والے ڈرائیورز جو بچوں کو تعلیمی اداروں میں پک اِن ڈراپ دیتے ہیں وہ بھی یہ کام بڑی مہارت کے ساتھ کرتے ہیں۔ تعلیمی درسگاہوں کے اندر رہنے ولے بچے جب نشہ کرتے ہیں تو اُن بچوں کے منہ سے نشے کی بدبُو نہیں آتی کیونکہ وہ اپنے منہ میں خوشبو والا سپرے کرلیتے ہیں تاکہ کسی کو شک بھی نہ ہوسکے کہ کسی لڑکی یا لڑکے نے نشہ کیا ہے۔"[33]

۵۔ اسی طرح ایسے نظریات جو اسلامی تعلیمات وعقائد کے برخلاف ہوں ان سے بھی تعلیمی اداروں کو پاک کرنے کی کونسل نے تجویز دی اور ان نظریات کا اسلامی نظریات سے تقابلی مطالعہ کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے اس کی طرف توجہ دلائی پر تعلیمی اداروں میں اس حوالے سے کوئی اقدامات نہیں کیے گئے بلکہ آزادی اظہار رائے کے نام پر مغربی نظریات وافکار کو ترویج دینے کی بھرپور کوششیں ہورہی ہیں۔ جب تک مغربی نظامِ تعلیم رائج رہے گا تب تک اسلامی عقائد و نظریات کی ترویج اور اس کے مطابق قوم کی تشکیل ناممکن ہے کیوں کہ مغربی نظام تعلیم اپنے مخصوص نظریات کی بنیاد پر قائم ہے جو کہ اسلام کے متصادم ہے تو دو متضاد نظام آپس میں کیسے چل سکتے ہیں؟

۶۔ یونیورسٹی طلبا کی اخلاقیات بہتر بنانے کے لیے کونسل نے جو ضابطہ اخلاق مرتب کیا تھا وہ بھی نہایت اہم ہے اوراس کی بھی پیروی کرنے کی ضرورت ہے۔

مخربِ اخلاق ثقافتی پروگراموں پر پابندی:

پاکستان کے تعلیمی اداروں میں یومِ ثقافت (cultural day) کے نام پر ناچ گانے اور غیر اخلاقی وغیر اسلامی پروگرامات کا انعقاد کیا جاتا ہے درحقیقت ایسے پروگرامات بھی طلبہ کی اخلاقی تربیت کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ ان پروگرامات کا اثر ہی ہے کہ طلبہ کے لیے عملی نمونہ (Ideal parson) کوئی علمی شخصیت کے بجائے گویے اور ناچنے والے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بھی کونسل نے عمومی طور پر ایسے تمام پروگرامات کو بند کرنے کی سفارش کی۔ کونسل کا کہنا تھا کہ:

"پورے ملک میں وزارتِ ثقافت کی نگرانی اور سرپرستی میں ثقافتی سرگرمیوں کے نام سے جو کچھ کیا جارہا ہے، شرعاً وہ سب ناجائز اور ملک و قوم کی روحانیت کے لئے انتہائی مضر اور نقصان دہ ہے۔ اسلام سے اس ثقافت کا کوئی تعلق نہیں۔ راگ، گانے اور مغنیات کی جس قدر حوصلہ افزائی ہورہی ہے اور ان لغویات وخرافات کو جس قدر اونچا مقام

دیا جارہا ہے، اسلامی نظام کے ساتھ ان کا کچھ بھی جوڑ نہیں ہے۔ ملک میں مختلف قسم کے جشن اور میلے ٹھیلے سرکاری سرپرستی میں منعقد کئے جارہے ہیں۔ ان کے پروگرام اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف اور قرآن وسنت کے احکام کے صریحاً مخالف، اللہ کے حکم کو توڑنے والے بلکہ باغیانہ انداز کے ہوتے ہیں۔ جب سرکاری سرپرستی میں مسلمانوں اور ان کی نئی نسل (لڑکوں اور لڑکیوں) کو اسلام سے دور لے جایا جارہا ہو تو پھر محض زبانی جمع خرچ سے معاشرہ کی اصلاح نہیں ہوگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ثقافتی پروگراموں کی آڑ میں قوم کو روحانیت سے دور مادیت، دنیا پرستی، کھیل تماشوں اور لغویات کا عادی بنایا جا رہا ہے لہذا کونسل سفارش کرتی ہے کہ ایسے ثقافتی پروگراموں کو بند کر دیا جائے۔"[34]

طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لیے اور مخرب اخلاق افعال سے روکنے کے لیے کونسل نے ایک سفارش یہ دی کہ:

"نوجوان نسل کی بے راہ روی کے پیش نظر ضروری ہے کہ نوجوانوں کو مخرب اخلاق افعال سے روکا جائے اور ان کے دلوں پر اسلامی کردار کی عظمت کا نقش بٹھایا جائے۔ کونسل نے طے کیا کہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور سکولوں کے طلباء وطالبات کے لیے مذکورہ بالا مقاصد کی تکمیل کرنے والے تربیتی کیمپ ایسے مناسب ایام میں جو تعلیم میں حارج نہ ہوں الگ الگ قائم کیے جائیں۔"[35]

تجزیہ:

۱۔ مخرب اخلاق ثقافتی پروگرامات پر پابندی کی کونسل نے سفارش کی مگر معاملہ اس کے برعکس ہورہا ہے۔ یومِ ثقافت کے نام پر منعقد کی جانے والی تقریبات میں ناچ، گانا، فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جارہا ہے۔ جو یوم ثقافت (Culture Day) منایا جاتا ہے اس میں پاکستانی ثقافت وتہذیب کے بجائے نام نہاد اور من پسند ثقافت کو فروغ دیا جاتا ہے۔

۲۔ ثقافتی پروگرامات کی آڑ میں کس طرح فحاشی وعریانی کو فروغ دیا جارہا ہے اس کی ایک جھلک درج ذیل اقتباس سے ہوتی ہے:

"کمرشل کنسرٹس کے نام پر انتہائی فحش اور بے ہودہ پروگرام پنجاب کے مختلف شہروں میں منعقد کئے جاتے ہیں، جس کی حکومتِ پنجاب کو مکمل اطلاع ہوتی ہے، مگر اس کے باوجود کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی جاتی، محض اس لیے کہ کہیں آرٹ اور کلچر کے نام پر ایسے حکومتی اقدام کو ہدفِ تنقید نہ بنایا جائے۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ: "ان قابلِ اعتراض کنسرٹس میں تقریباً برہنہ (topless) خواتین 'فن کار' اپنے 'فن' کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ سینما گھروں میں بھی فلموں کے ساتھ ساتھ بے ہودہ ڈانس دکھائے جاتے ہیں، سب کچھ بلا روک ٹوک جاری ہے۔"[36]

۳۔ یومِ ثقافت کے نام پر جو کچھ کیا جاتا ہے تو اب کونسل کی ذمہ داری ہے کہ یومِ ثقافت کے حوالے سے بھی اپنی سفارشات دے۔ یقیناً فحاشی و عریانی کے روک تھام کے سلسلے میں کئی مقامات پر کونسل سفارشات دے چکی ہے مگر اب جب کہ یومِ ثقافت کے نام پر ایسے پروگرامات کا انعقاد کیا جاتا ہے تو اسی عنوان پر کونسل کو بھی سفارشات مرتب کر کے متعلقہ وزارت کو ارسال کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۔ ان سفارشات میں کونسل نے محض ثقافتی پروگرامات بند کر دینے کی بات نہیں کی بلکہ اس کے متبادل طلبا و طالبات کے لیے ایسے تربیتی کیمپس کے انعقاد کی تجویز دی ہے جو اخلاق باختگی سے پاک ہوں اور ایسے ایام میں ان کا انعقاد کیا جائے جس سے ان کی تعلیم میں کوئی حرج نہ ہو۔

اساتذہ کی ذمہ داریاں و تعیناتی:

نئی نسل کی تعمیر اور تخریب دونوں ہی اساتذہ کرام کے ہاتھ میں ہیں اگر استاذ خود کو ایک اعلیٰ اور مثالی نمونہ بنا کر پیش کرتا ہے تو طلبہ کے نوخیز ذہنوں پر اس کا اثر پڑ کر رہتا ہے۔ طلبا و طالبات کی اخلاقیات پر جس قدر اساتذہ کے عملی کردار کا اثر پڑتا ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، طالب علم چاہے نرسری کا بچہ ہو یا یونیورسٹی کا طالب علم دونوں ہی اپنے استاذ سے اخلاقیات سیکھتے ہیں۔ ماضی میں جن افراد اور شخصیتوں نے تاریخ ساز کارنامے انجام دیے ہیں ان کی پشت پر ہمیشہ کسی نہ کسی استاذ اور مربی کا کارنامہ مؤثر نظر آتا ہے۔ اساتذہ کی اس قدر اہمیت کی بنا پر کونسل نے اساتذہ کی تعیناتی اور ان کی ذمہ داریوں سے متعلق بھی سفارشات دی ہیں۔ کونسل نے کہا کہ:

"اسلام نے استاذ کو اپنے نظام میں مرکزی اور اساسی حیثیت دی اور اپنے نظام تربیت و اخلاق کے نفاذ کی ذمہ داری اساتذہ کے سپرد کی ہے۔ معاشرہ میں تعلیم و معلم کی اس اہمیت اور حیثیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حضور اکرم ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد واضح طور پر بیان کئے گئے ہیں، یعنی قرآن کا علم عام کرنا، لوگوں کے اخلاق کی اصلاح کرنا، کتاب اللہ کی تعلیم دینا اور حکمت و دانائی سکھانا، دراصل یہ چاروں استاذ کی ذمہ داریاں ہیں۔ یعنی استاذ کو اپنے پیشے کی بجا آوری اور فرائض کی ادائیگی میں ان چاروں کو ملحوظ رکھنا ہے اور ان کی تعمیل کی جدوجہد کرنا ہے۔"[37]

اور اسی سلسلے میں کونسل کا مزید کہنا تھا کہ:

"یونیورسٹی اور ثانوی و تعلیمی بورڈ کے تمام انتظامی و تعلیمی شعبوں کے عہدے صرف ان لوگوں کے سپرد کیے جائیں جو نظریہ پاکستان یعنی اسلام سے عقیدت و محبت رکھتے ہوں اور تعلیم کے نظریاتی پہلو کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے

ہوں۔"[38]

استاذ کا شاگردوں کے ساتھ رویہ اور طرزِ عمل کیسا ہو اس حوالے سے بھی کونسل نے واضح کیا کہ:

"جس طرح والد اپنی اولاد پر ہر وقت نظر رکھتا ہے، اس کے ایک ایک فعل کا جائزہ لیتا رہتا ہے کہ وہ کہیں غلط رخ پر نہ چلا جائے اسی طرح استاذ کو بھی اپنے طلبہ کی روش پر نظر رکھنی چاہیے اور ان کی اخلاقی، روحانی اور معاشرتی تربیت کرنی چاہیے۔"

اصلاح معاشرہ کے یہ سارے کام طلبہ سے اس وقت لیے جا سکیں گے جب ان میں کسی قدر دینی، اخلاقی، ایمانی حس بیدار ہوگی۔ لہٰذا اساتذہ کو چاہیے کہ طلبہ میں یہ حس بیدار کرنے کے لیے انہیں دین کی طرف راغب کریں۔ اس مقصد کے لیے تعلیم کے ساتھ عملی اقدامات بھی کریں یعنی سال میں چند مرتبہ ہفتہ نماز منائیں۔ ہر ماہ ایک دو شب بیداریاں رکھیں، کبھی ان سے ایک دو روزے رکھوائیں، کبھی اجتماعی کھانا رکھیں جس میں درس قرآن ہو، اسی طرح مختلف اسلامی تہواروں پر پروگرام رکھیں اور انفاق کی عادت ڈالنے کے لیے کسی رفاہی کام کے لیے چندہ لیں، تب جا کر ان میں دین کی رغبت پیدا ہوگی۔ بقول شخصے پہلے جبر ہوگا، پھر عادت بنے گی اور پھر جا کر عبادت ہوگی[39]۔

تجزیہ:

کسی بھی طالب علم کی اخلاقیات پر سب سے زیادہ اثر اس کے استاذ کا ہوتا ہے۔ حالانکہ استاذ شاگرد کا باہمی تعلق چند گھنٹوں پر منحصر ہوتا ہے مگر اس کے اثرات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی تعلیمی ادارے میں کسی فرد کا بطور استاذ تقرر کرنے سے پہلے اس کی سیرت و کردار کو جانچنا چاہیے اور پھر پورے سال میں وقتاً فوقتاً اساتذہ کے لیے ایسی ورکشاپس کا اہتمام کیا جانا چاہیے جس میں انہیں طلبہ کی اخلاقی تربیت کیسے کی جائے جیسے عنوانات پر لیکچرز دیے جائیں اور اس کی عملی تربیت بھی دینی چاہیے تاکہ وہ اپنے ادارے میں اس کا اہتمام کر سکیں اور اپنے طلبہ کی اس نہج پر اخلاقی تربیت کر سکیں۔

نتائج و سفارشات:

- تعلیمی اصلاحات کے لیے اب تک کونسل نے ایک موضوعاتی رپورٹ بعنوان "تعلیمی سفارشات (۱۹۶۲ تا ۱۹۹۳)" شائع کی ہے۔
- عصری جامعات کے شعبہ تعلیم (education Department) کے اساتذہ، طلبہ و طالبات کو کونسل کی

تعلیمی سفارشات سے آگاہی دینے کی ضرورت ہے۔

- کونسل کی تعلیمی اصلاحات کے لیے دی گئی سفارشات پر ایم فل / پی ایچ ڈی سطح پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔
- کونسل کی جاری کردہ موضوعاتی رپورٹس کا بھی تحقیقی نقطۂ نظر سے تنقیدی و تجزیاتی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔
- کونسل کی رپورٹس تک رسائی کو آسان اور باسہولت بنانے کے لیے قابلِ عمل اقدامات کی ضرورت ہے۔
- مختلف عنوانات پر کونسل کی سفارشات اس کی سالانہ رپورٹس میں موجود ہیں کسی ایک موضوع پر یکجا صورت میں میسر نہیں انہیں فقہی و قانونی ترتیب کے مطابق مدون کرنے کی ضرورت ہے۔
- کونسل کو ہر پانچ سال کے بعد موضوعاتی ترتیب پر اہم عنوانات کے حوالے سے رپورٹس مرتب کرکے شائع کرنی چاہیے۔ اگر کسی ایک موضوع پر مواد کم ہو تو مختلف موضوعات کو یکجا صورت میں بھی شائع کیا جاسکتا ہے۔
- کونسل کو اپنی سفارشات تقریری یا بیانیہ انداز میں مرتب کرنے کے بجائے قانونی مسودے کی صورت میں دینی چاہیے تاکہ اس پر قانون سازی بآسانی کی جاسکے اور اس انداز میں سفارشات مرتب کرنا کونسل کے فرائض منصبی کا حصہ ہے۔ "مجلس شوریٰ (پارلیمنٹ) اور صوبائی اسمبلیوں کی رہنمائی کے لیے اسلام کے ایسے احکام کی ایک موزوں شکل میں تدوین کرنا جنہیں قانونی طور پر نافذ کیا جاسکے۔"[40]
- اس کائنات میں فطری طور پر مرد وزن کا دائرہ کار الگ الگ ہے لہٰذا دونوں کی تعلیم بھی ان کے مقاصد حیات کے لحاظ سے مختلف ہونی چاہیے مرد وعورت کا اختلاط اسلامی تعلیمات کے یکسر خلاف ہے جس کے سانچے میں ملک کا نظام تعلیم ڈھالا گیا ہے۔ ہر وہ نصاب و نظام جو مرد کے لیے مفید ہو سکتا ہے ضروری نہیں کہ وہ عورت کے لیے بھی مفید ہو۔ موجودہ نظام تعلیم میں دونوں کو یکساں طرز سے تعلیم دی جاتی ہے جو نتائج کے لحاظ سے مفید نہیں اور مخلوط تعلیم کی وجہ سے تعلیم کی طرف مطلوبہ توجہ برقرار نہیں رہتی جس کے نتیجے میں طلبہ و طالبات کا اخلاقی کردار متاثر ہوتا ہے۔
- مخلوط نظام تعلیم کو مکمل ختم کرنے کے اقدامات کرنے چاہییں اور اس سلسلے میں تعلیمی اداروں کو دو مختلف اوقاتِ کار میں بچوں اور بچیوں کے لیے الگ الگ کلاسیں چلا کر اس مسئلے کو حل کیا جاسکتا ہے۔
- تعلیمی اداروں میں اخلاقیات کو بطور مضمون پڑھانے کے ساتھ ساتھ طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لیے کونسل کی

سفارشات کی روشنی میں عملی اقدامات بھی کیے جائیں۔

- طلبہ کی اخلاقی تربیت کے لیے نظام تعلیم کے کسی ایک جز کے بجائے پورے نظامِ تعلیم (مقاصد تعلیم، نصاب تعلیم، تعلیمی ماحول، طرقِ تدریس، اس کی روح) غرض ہر چیز کی اصلاح کی جائے اور اس نظام کو اسلامی بنیادوں پر استوار کیا جائے۔
- تعلیمی اداروں کو سیاسی اثر ورسوخ سے پاک کر کے انہیں آزاد علمی فضا مہیا کی جائے۔
- اساتذہ کی تعیناتی کے وقت ان کی تعلیمی قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کے اخلاقی کردار اور نظریاتی وابستگی کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ اگر کوئی استاد کسی بھی وقت دین کے خلاف ہرزہ سرائی کرے یا حب الوطنی کے منافی کوئی بات کہے یا کسی سرگرمی میں حصہ لیتا ہوا پایا جائے، تو اسے استاذ کے منصب سے فوراً ہٹا دیا جائے۔
- طلبہ کی اخلاقی تربیت کے سلسلے میں اساتذہ کو دوران سال اس حوالے سے عملی ورکشاپس کروانی چاہیے تاکہ وہ اپنے طلبہ کی اس نہج پر عملی تربیت کر سکیں۔
- طلبہ کی اخلاقی تربیت کرنے کے سلسلے میں ریاست کو اسلامی نظریاتی کونسل اور تعلیمی اداروں کی مشاورت سے ایک لائحہ عمل مرتب کرنا چاہیے اور اس کو تمام تعلیمی اداروں میں چاہے سرکاری ہوں یا پرائیویٹ عملی طور پر نافذ کروانا چاہیے۔

حوالہ جات:

[1] اسلامی نظریاتی کونسل، تعلیمی سفارشات (۱۹۶۲ تا ۱۹۹۳)، اسلام آباد: پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اشاعتِ دوم ۲۴ فروری ۱۹۹۳، ص ۲،۱

[2] س، ر ۷۷-۱۹۷۸،۱۹۷۷ ، ص ۱۹۲ اور ۳۴۰

[3] س۔ ر ۱۹۸۱-۱۹۸۲، ص ۲۶۸، رپورٹ ذرائع ابلاغِ عامہ، اشاعتِ دوم ۲۴ فروری ۱۹۹۳، ص ۲۵

[4] انصار عباسی، ہمارا میڈیا: غلامانہ ذہنیت اور بے حیائی، منشورات، لاہور: منصورہ، جولائی ۲۰۱۲ء، ص ۳،۴

[5] https://www.facebook.com/watch/?v=2320117857998968 (Raah tv 13 February 2019)

[6] https://www.jasarat.com/2020/02/18/200218-08-34/

(روزنامہ جسارت،۱۸ فروری ۲۰۲۰)

[7]https://youtu.be/GH9xbqz9jqE (Samaa tv 6 Dec 2017)

[8]سالانہ رپورٹ ۲۰۰۲۔۲۰۰۳، اگست ۲۰۰۳، ص۲۶۹،۲۶۸

[9]س،ر۱۹۷۷۔۱۹۷۸، ص۱۹۲

[10]س،ر۱۹۷۷۔۱۹۷۸، ص۱۹۱اور ۳۴۱

[11]س۔ر۱۹۸۱۔۱۹۸۲، اشاعتِ دوم ۲۰ جولائی ۱۹۹۳، ص ۲۵۰؛ تعلیمی سفارشات، ص۳۶

[12]س،ر۱۹۷۷۔۱۹۷۸، ص۱۹۷، تعلیمی سفارشات، ص۲۸،۲۷

[13]اسلامی نظریاتی کونسل، سالانہ رپورٹ ۱۹۸۳۔۸۴، اسلام آباد: پرنٹنگ کارپوریشن آف پاکستان پریس، اشاعتِ دوم ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ص ۲۹۰،۲۸۹، ر۔ا۔م۔ت، ص ۴۳،۲۷

[14]س،ر۱۹۷۷۔۱۹۷۸، اشاعتِ دوم ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ص ۱۹۲اور ۳۴۰ ، تعلیمی سفارشات، ص۳۱

[15]تعلیمی سفارشات ص۴۶، گورنمنٹ کالج برائے خواتین راولپنڈی کے مجلہ "رپورٹ تاژ" (دوسرا شمارہ) کے صفحات نمبر ۱۰ - ۸ پر کالج کی طالبات اور مرد اسٹاف کے کوئٹہ اور سکردو ٹرپ کی تفصیلات بمع تصاویر کے پیش نظر کونسل نے اپنے اجلاس منعقدہ ۲۴ دسمبر ۱۹۸۳ء تا ۲ جنوری ۱۹۸۴ء یہ قرارداد منظور کرکے حکومت کو ارسال کی۔

[16] تعلیمی سفارشات، ص۴۵

[17] موجودہ خیبر پختونخوا

[18] تعلیمی سفارشات، ص ۴۷،۴۶

[19] س۔ر۱۹۹۰۔۱۹۹۱، اشاعتِ دوم ۲۰ جولائی ۱۹۹۳، ص۲۶۷، تعلیمی سفارشات، ص۵۷

[20] محمد بن عیسی ترمذی، سنن الترمذی۔ بیروت: دار الغرب الِاسلامی،۱۹۹۸م، بَابُ مَاجَاءَفِي كَرَاهِيَةِ الدُّخُولِ عَلَى الْمُغِيبَاتِ، حدیث ۱۱۷۱

[21]س۔ر۱۹۹۲۔۱۹۹۳، س ن، ص ۱۱۰، تعلیمی سفارشات، ص ۶۰،۶۱

[22]https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2013/09/130917_punjab_education_drive_rk ۲۰۱۳ لاہور : بی بی سی اردو ڈاٹ کام،۱۷ ستمبر

[23]https://www.bbc.com/urdu/pakistan/2013/09/130917_punjab_education_drive_rk۲۰۱۳ لاہور : بی بی سی اردو ڈاٹ کام،۱۷ ستمبر

[24]https://jang.com.pk/news/250958 / 1/9/2020(روزنامہ جنگ،۱۶ جنوری ۲۰۱۷)

[25]https://www.humnews.pk/article/207471/2-9-2020 (ہم نیوز،۱۲۱ اکتوبر ۲۰۱۹)

[26] https://urdu.geo.tv/latest/206830/2-9-2020(جیونیوز،۱۹ اکتوبر ۲۰۱۹)

[27]https://www.hec.gov.pk/english/services/Documents/SEXUALHARASSMENT-POLICY.pdf (1.9.2020)

[28]https://urdu.geo.tv/latest/228943-2-9-2020 (جیو نیوز، ۱۷ اگست ۲۰۲۰)

[29]https://en.wikipedia.org/wiki/Category:Women%27s_universities_and_colleges_in_Pakistan1-9-2020

[30] تعلیمی سفارشات، ص ۴۹، ۵۵

[31]https://www.city42.tv/21-Dec-2018/22057 (city 42 tv,21-12-2018)

[32]https://www.nawaiwaqt.com.pk/15-Aug-2018/886376 31/7/2020

(روزنامہ نوائے وقت، ۱۵ اگست ۲۰۱۸)

[33]https://www.nawaiwaqt.com.pk/15-Aug-2018/886376 31/7/2020

(روزنامہ نوائے وقت، ۱۵ اگست ۲۰۱۸)

[34] سالانہ رپورٹ ۱۹۸۳۔۸۴، ص ۳۲۸، ر۔ذ۔ا۔ع، ص ۳۰۔۳۱، تعلیمی سفارشات، ص ۴۶

[35] س، ر ۱۹۷۷۔۱۹۷۸، ص ۱۹۶، تعلیمی سفارشات، ص ۲۷

[36] انصار عباسی، ہمارا میڈیا: غلامانہ ذہنیت اور بے حیائی، ص ۷

[37] س۔ر ۱۹۹۲۔۱۹۹۳، ص ۲۰۹

[38] س، ر ۱۹۷۷۔۱۹۷۸، ص ۱۹۴ اور ۳۴۶

[39] س۔ر ۱۹۹۲۔۱۹۹۳، ص ۲۱۴ اور ۲۱۵

[40] اسلامی جمہوریہ پاکستان کا دستور، حصہ نہم، ص ۱۴۴-۱۴۵